Majallah-yi Talim o Tahqiq

مجلہ تعلیم وتحقیق

Markaz Talim o Tahqiq, Gulshan-e-Taleem,
Sector H-15, Islamabad, Pakistan

مرکز تعلیم و تحقیق، گلشنِ تعلیم، ایچ۔۱۵، اسلام آباد، پاکستان

ISSN (P): 2618-1355, **ISSN (Online):** 2618-1363

Issue 1,Vol 4,January-March,2022

شمارہ ۱، جلد ۴، جنوری—مارچ

ریاست مدینہ کے انتظامی امور کے تناظر میں یٰسین مظہر صدیقی کی سیرت نگاری اور اس کی عصری معنویت

(ایک تجزیاتی مطالعہ)

Yaseen Mazhar Siddiqui's Biography and Its Contemporary Spirituality in the Context of Administrative Affairs of the State of Madinah

(An analytical study)

Dr Hafiz Waqas Khan [1]

Asim Iqbal [2]

Keywords:

Muhammad Yasin Mazhar, State of Madinah, Biography, Administration

Abstract:

Allah Almighty sent the Prophet Muhammad (PBUH) not only as a mercy for humanity but also as a guide and a perfect example (Uswa-e-Hasanah). As much has been written on the personality of the Prophet (PBUH), no other person in the world has even written a tenth of it. Apart from Muslim biographers, scholars of other religions have also written extensively on the personality of the Prophet of Islam. Apart from the Arab world, scholars and writers from Eastern and Western countries and regions also wrote biography of prophet Muhammad (PBUH) according to their own style. A big name in biography is that of the renowned biographer of the Indian subcontinent, Prof. Dr. Muhammad Yasin Mazhar Siddiqui. Born in the Indian state of Uttar Pradesh (UP), Yasin Mazhar has a wide range of fields of scholarly and research interest. His books and articles are multilayered, including Quranic, Hadith, Fiqh, History, and Islamic Civilization. But as a biographer he has a unique status and place because of his individual style. In particular, he wrote about the aspects of the Prophet's biography that are commonly not discussed by biographers. In these aspects, the system of government of the Prophet's era, the livelihood of the Prophet, and the culture of the Prophet's era are of fundamental importance. His research work on topics related to the administration of the covenant of the Prophet can certainly be a guide for the Muslim Ummah in modern times. In this Article, Dr. Yaseen Mazhar's research efforts on the administrative affairs of the state of Madinah will be reviewed in a contemporary context. While discussing his method of research, the steps that can be taken to establish a welfare state like Madinah will be pointed out. Adopting an analytical method of research, this study will seek answers to these questions, which of the state's affairs were carried out on a priority basis in the time of the Prophet? What is the responsibility of a state in the present context and what strategy should be formulated for it? At the same time, suggestions and recommendations will be formulated based on the point made by Dr. Yaseen Mazhar regarding the administrative affairs of the Prophet's era which will provide guidance for the better conduct of modern state, governmental and administrative affairs.

[1]. Assistant Professor, Riphah International University Islamabad,**Email**: waqas.khan@riphah.edu.pk

[2] Teaching Assistant, DIS, Riphah International University Islamabad**Email** : asim.iqbal@riphah.edu.pk

1:-تمہید

اللہ تعالیٰ کی ذاتِ اقدس کے بعد نبی کریم ﷺ کی مبارک ہستی ہی متفقہ طور پر تمام مسلمانوں کے لیے ہر اعتبار سے قابلِ اتباع و اطاعت، قابلِ محبت والفت، قابلِ عزت واحترام اور قابلِ ذکر وتذکرہ تسلیم کی گئی ہے۔ مسلمان اپنی جانوں سے بھی زیادہ اپنے نبی ﷺ سے محبت کرتے ہیں اور یہی ایمان کی تکمیل کی ضمانت اور تقاضہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ظاہری حیاتِ مبارکہ میں ہی آپ ﷺ سے محبتوں کے اظہار اور بیان کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا جس کو ہر دور کے مسلمانوں نے پورے خلوص سے جاری رکھا جو ہنوز جاری وساری ہے۔ ایسی تمام کوششوں کو علمی اصطلاح میں سیرت نگاری کا نام دیا جاتا ہے۔ سیرت نگاری ایک ایسا موضوع ہے جس پر بلا مبالغہ سب سے زیادہ لکھا گیا۔ یہی وہ میدان ہے جس میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر مذاہب اور اقوام سے تعلق رکھنے والے اہلِ علم و قلم نے بھی سب سے زیادہ کوششیں صرف کیں۔ سیرت نگاری کے اس میدان میں ہر دور کے علما اور محققین نے اپنے اپنے انداز اور اسلوب سے سیرتِ رسول ﷺ کے مختلف گوشوں کو وا کرنے کی کوششیں کیں۔ دورِ جدید کے عظیم سیرت نگاروں میں برصغیر کے خطے سے ایک اہم اور معروف نام ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقیؒ کا ہے۔ موصوف کا اسلوبِ سیرت نگاری کئی حوالوں سے معاصر سیرت نگاروں سے مختلف اور جداگانہ حیثیت اور مقام رکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے سیرتِ رسول ﷺ کے بیان میں زیادہ تر ان موضوعات پر لکھا ہے جن پر اس سے قبل یا تو سرے سے لکھا ہی نہیں گیا تھا یا اس انداز سے نہیں لکھا گیا تھا جو اسلوب و انداز ڈاکٹر صاحب کا ہے۔ سطورِ ذیل میں یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی ریاستِ مدینہ کے انتظامی امور کے حوالے سے سیرت نگاری کے اسلوب و منہج اور اس کی خصوصیات کو بیان کیا جاتا ہے۔ اس سے قبل ضروری معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً ڈاکٹر صاحب کا تعارف اور ان کی علمی خدمات کا تذکرہ کیا جائے۔

2:-تعارف: ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی

برصغیر پاک وہند کے زرخیز خطۂ زمین کے معروف عالم، محقق اور نامور سیرت نگار ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ ہندوستان کے صوبہ اترپردیش کے علاقے لکھیم پور کھیری میں 26 دسمبر 1944ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد لکھنؤ کی معروف دینی درسگاہ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں علمی پیاس بجھانے کے لیے داخل ہوئے اور 1959ء میں درسِ نظامی کی تکمیل کی اور 1960ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضلِ ادب کیا۔ دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیوی علوم کے حصول کے لیے کوشش کی اور 1962ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ، دہلی سے ہائر سیکنڈری کا امتحان پاس کیا اور پھر 1965ء میں بی-اے اور 1966ء میں بی-ایڈ کی اسناد حاصل کیں۔ اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لیے علی گڑھ یونیورسٹی کا رخ کیا اور ایم-اے، ایم-فل اور ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ موصوف کی اعلیٰ تعلیم تاریخ کے مضمون میں تھی۔[3]

2.1:-اساتذہ کرام

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی صاحب نے ہندوستان کی معروف درسگاوں میں بہت سے نامی گرامی اہلِ علم و قلم سے استفادہ کیا۔ موصوف کے اساتذہ کرام میں معروف عالمِ دین ابوالحسن ندوی، خلیق احمد نظامی، عبدالحفیظ بلیاوی، سعید احمد خیر آبادی، عبدالوحید قریشی اور محمد رابع حسن ندوی کے نام قابلِ ذکر ہیں۔

[3]۔ محمد عبداللہ، پروفیسر یٰسین مظہر صدیقی کی سیرت نگاری، ضیائے تحقیق، (2016)، جلد 3 شمارہ 6

2.2:- درس وتدریس : آپؒ نے اپنی عملی زندگی کا آغاز 1970ء میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں بطورِ ریسرچ اسسٹنٹ کے کیا۔ بعد ازاں شعبہ تاریخ میں ہی 1977ء میں لیکچرار منتخب ہوئے۔ 1983ء میں آپؒ ادارہ علومِ اسلامیہ میں اپنی خدمات سرانجام دینے لگے۔ اسی ادارے میں 1997ء سے 2000ء تک بطورِ ڈائریکٹر اپنے فرائض کی انجام دہی میں سرگرداں رہے۔ اس کے علاوہ موصوف نے شاہ ولی اللہ دہلوی ریسرچ سیل میں بھی اپنی خدمات سرانجام دیں۔

2.3:- علمی خدمات

علمی دنیا میں پروفیسر لٰیسین مظہر صدیقیؒ ایک بہت بڑے مصنف اور محقق کے نام سے اپنی ایک الگ پہچان اور مقام رکھتے ہیں۔ موصوف کا زیادہ تر کام اور پہچان سیرت نگاری کے حوالے سے ہے لیکن اس کے علاوہ آپؒ نے قرآنیات، تاریخ، سوانح اور دیگر علوم میں بھی نہایت قیمتی علمی ورثہ چھوڑا ہے۔ اہم کتب میں: "حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، شخصیت و حکمت کا ایک تعارف، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی قرآنی خدمات اور سرسید اور علومِ اسلامیہ" شامل ہیں۔ اس کے علاوہ قرآنیات، تاریخ، حدیث، شخصیات وغیرہ پر بیسیوں تحقیقی مقالات لکھے جو دنیا بھر کے تحقیقی مجلات میں شائع ہوئے۔ موصوف کے صرف قرآنیات کے حوالے سے ہندوستان کے ایک تحقیقی مجلے "تحقیقاتِ اسلامی" میں بارہ (12) مقالات شائع ہوئے۔[4] اس کے علاوہ پاکستان، عرب ممالک اور دیگر علاقوں کے تحقیق مجلات میں بھی آپؒ کے مقالات شائع ہوئے ہیں۔

2.4:- سیرت نگاری میں آپؒ کی خدمات

علمی، تصنیفی اور تحقیقی دنیا میں آپؒ کی اصل پہچان سیرت نگاری ہے۔ موصوف نے سیرت نگاری کی روایتی روش اور طرزِ عمل سے ہٹ کر نئے انداز اور اسلوب سے سیرت نگاری میں اپنا ایک الگ اور منفرد مقام پیدا کیا۔ موصوف کا زیادہ تر علمی، تحقیقی اور تصنیفی کام سیرتِ رسول ﷺ سے متعلق ہے۔ سیرت نگاری کے میدان میں آپؒ کی اہم تصانیف اور تحقیقات درج ذیل ہیں:

- عہدِ نبوی میں تنظیمِ ریاست و حکومت
- غزواتِ نبوی کی اقتصادی جہات
- عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خواتین (ایک سماجی مطالعہ)
- مکی عہد میں اسلامی احکام کا ارتقاء
- مکی اسوۂ نبوی: مسلم اقلیتوں کے مسائل کا حل
- رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں
- عبد المطلب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا
- وحی حدیث
- سنتوں کا تنوّع

---

[4] رؤف احمد، تحقیقاتِ اسلامی کے اڑتیس سال، مجلہ تحقیقاتِ اسلامی، جلد 39 شمارہ 1، (جنوری–مارچ 2020ء)، ص 94

- بنو ہاشم اور بنو امیہ کے معاشرتی تعلقات
- قریش و ثقیف کے تعلقات
- خطباتِ سرگودھا (سیرتِ نبوی کا مکی عہد)
- معاشِ نبوی
- عہدِ نبوی کا تمدّن
- مصادرِ سیرت

درج بالا کتب کے علاوہ موصوف نے برصغیر پاک و ہند اور دیگر ممالک کے تحقیقی مجلّات میں بیسیوں تحقیقی مقالہ جات بھی لکھے اور مختلف ملکی اور بین الاقوامی کانفرنسز میں بھی اپنی تحقیقات پیش کی ہیں۔ موصوف نے صرف علی گڑھ سے شائع ہونے والے تحقیقی مجلّے "تحقیقاتِ اسلامی" میں اڑسٹھ (68) مقالے لکھے۔ جن میں سے چونتیس (34) مقالے سیرتِ رسول ﷺ اور اس کے متعلقات کے حوالے سے ہیں۔[5] اس بات سے یہ اندازہ لگانا انتہائی آسان ہو جاتا ہے کہ ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کا علمی دنیا میں کیا کام ہے اور بطورِ خاص سیرت نگاری کے میدان میں موصوف کی علمی خدمات آنے والی مسلمان نسلوں کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہے۔

3:-ڈاکٹر یٰسین مظہر کا منہجِ سیرت نگاری اور اس کی انفرادیت

سیرت نگاری کے میدان میں ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ صاحب کا انداز اور اسلوب دورِ جدید کے تمام محققین اور سیرت نگاروں سے مکمل طور پر جدا اور منفرد ہے۔ یہی منہج اور اسلوب ہی ہے جس کی وجہ سے موصوف کو علمی حلقوں میں لازوال شہرت نصیب ہوئی۔ آپؒ نے بطورِ خاص سیرتِ رسول ﷺ کی نئی نئی جہتوں پر کام کیا ہے اور ایسے گوشے وا کیے جن کی طرف اس سے قبل بہت کم مصنفین کی توجہ ہوئی۔ آپؒ نے نبی کریم ﷺ کے مکی دور کے اور اس کی جزئیات کے حوالے سے انتہائی منفرد تحقیقی کاوشیں کیں۔ ایسی کوششیں عام طور پر دیگر روایتی مصنفین کے ہاں مکمل طور پر ناپید ہوتی ہیں۔ مثال کے طور پر آپؒ نے "عہدِ نبوی کا تمدّن" کے نام سے ایک مفصل کتاب لکھی جس میں دورِ نبوی ﷺ کے تمدن و تہذیب کی جزئیات تک کو بڑی تفصیل سے بیان کیا۔[6] مصنف کے منہج اور اسلوب کی یہی انفرادیت اور خاصیت ہے جو انہیں دیگر سیرت نگاروں سے ممتاز کرتی ہے۔ ریاستِ مدینہ اور اس کے انتظامی امور کے حوالے سے آپؒ کے منہجِ سیرت نگاری کی چیدہ چیدہ خصوصیات درج ذیل ہیں:

3.1:-واقدی اور ابنِ ہشام کا حوالہ

ڈاکٹر یٰسین مظہر کے سیرتِ رسول ﷺ بیان کرتے ہوئے اپنی تصانیف اور تحقیقی مقالات میں دورِ اوّل کے سیرت نگار واقدی اور ابن ہشام سے بہت زیادہ استفادہ کرتے ہیں۔ آپؒ کی صرف ایک تصنیف "عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت" ایک سو چالیس صفحات کی کتاب ہے جس میں واقدی اور ابنِ ہشام کے حوالہ جات کی تعداد تقریباً ایک سو چالیس (140) سے زائد ہے۔[7] سیرتِ رسول ﷺ پر آپؒ کی ہر تصنیف، ہر مقالہ اور

---

[5] تحقیقاتِ اسلامی کے اڑتیس سال، ص 93

[6] یسین مظہر صدیقی، عہدِ نبوی ﷺ کا تمدن، (دار النوادر، لاہور، 2011ء)، ص 5-10

[7] محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، (ادارہ تحقیق و تصنیف علی گڑھ، 1994ء)، ص 113 سے 132

ہر ایک تقریر مذکورہ بالا سیرت نگاروں کے اقتباسات سے لازماً مزین ہوتی تھی۔ بلکہ تمام حوالہ جات میں جن مصنفین کی کثرت ہوتی تھی ان میں یہی دونوں مصنف سرِ فہرست ہوتے ہیں۔

3.2:- دینی و دنیوی امور کا امتزاج

آپؒ کی سیرت نگاری کا ایک خاص وصف یہ ہے کہ آپؒ اکثر و بیشتر نبی کریم ﷺ کے ان امور اور معاملات کو زیرِ بحث لاتے جنہیں عام طور پر لوگ دنیاوی اعمال سمجھتے اور اکثر مصنفین بھی ان کو وہ اہمیت نہ دیتے جتنی خالص مذہبی امور اور معالات کو دیتے۔ اس سے یہ نتیجہ ظاہر ہوتا ہے کہ موصوف کے نزدیک دین و دنیا نہ صرف لازم و ملزوم ہیں بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کی زندگی ایک لازمی جزء تھے۔ یعنی نبی کرم ﷺ کا ہر مادی اور دنیوی عمل و فعل بھی اسی طرح ضروری و لازمی ہے جس طرح دینی و مذہبی عمل۔ آپؒ اپنی کتاب "عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت" کی ابتداء ہی ایسے الفاظ سے کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک دنیا کوئی الگ چیز نہیں بلکہ یہاں کا ہر عمل اور فعل اصل میں دینی عمل ہی ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

"اسلامی نظامِ حیات دین و دنیا کی تفریق نہیں کرتا۔ انسانی اعمال کی کسوٹی نیت ہے اگر نیت درست ہے تو دنیا بھی دین اور اگر نیت کھوٹی ہے تو دین بھی دنیا۔"[8]

اپنے اس مؤقف کو ثابت کرنے کے لیے آگے چل کر لکھتے ہیں: اسلام جس طرح عقائد و ایمانیات اور عبادات کا کو اللہ اور بندے کے درمیان تعلق کے لیے ایک نظام کے طور پر پیش کرتا ہے ایسے ہی دنیاوی معاملات کو بندوں کے درمیان تعلقات کے لیے ایک نظام کے طور پر پیش کرتا ہے۔ انسانی معاملات اگرچہ باہم مربوط اور متحد ہیں تاہم ان کی تفہیم کے لیے انہیں سیاسی، سماجی، اقتصادی اور تہذیبی نظاموں کے الگ الگ خانوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔[9] سیرتِ رسول ﷺ بیان کرنے میں بھی آپؒ جداگانہ اسلوب یہ ہے کہ انھوں نے نبی کریم ﷺ کی ذات سے متعلق جملہ امور کو نہایت باریک بینی سے پڑھا سمجھا اور پھر نہایت لطیف پیرائے میں تجزیہ کیا ہے۔ عام اور روایتی سیرت نگار اکثر و بیشتر ان امور اور واقعات کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں جن کا تعلق کسی دینی معاملے سے ہوتا۔ اس کے برعکس موصوف مصنف اپنی تمام تصنیفات میں نبی کریم ﷺ کی پوری زندگی اور بطورِ خاص مکی زندگی کے حالات اور واقعات پر تفصیلی گفتگو کرتے ہیں۔ آپؒ کی سیرت رسول ﷺ پر کتب میں سے اکثر کتب مکی عہد سے ہوتا ہے۔ مکی عہد کے ابتدائی چالیس سال تو اعلانِ نبوت سے قبل کے ہیں جن میں مذہبی یا اسلامی احکام نہیں بلکہ عام معاشرتی اور سماجی تعقات کا کا بیان ہوتا ہے۔ چونکہ ان معاشرتی و سماجی تعلقات کا دینی یا مذہبی معاملات سے تعلق نہیں تھا اس لیے اکثر سیرت نگاروں نے اس حوالے سے بہت کم لکھا ہے۔

ڈاکٹر یٰسین مظہر کے منہج کا یہی خاصہ ہے کہ آپؒ کے نزدیک نبی کی زندگی کے جملہ واقعات میں دینی و دنیاوی کا کوئی فرق نہیں بلکہ بظاہر دنیوی نظر آنے والے واقعات اور امور بھی اصل میں مذہبی اور دینی ہی تھے۔ پروفیسر موصوف ایک جگہ لکھتے ہیں: اسلام میں دین و دنیا اور مذہب و سیاست کی تفریق جائز نہیں۔ اسلامی عہد کے صدرِ اوّل میں سیاسی خدمت بھی عملاً دین ہی شمار ہوتی تھی۔ بعد کے مسلم حکمرانوں نے یہ تفریق پیدا

[8] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 9

[9] ایضاً

کی جس سے اسلامی نظریہ سیاست کو ناقابل تلافی نقصان ہوا۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک زمانے میں دین وسیاست اس طرح باہم وابستہ تھے کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا تھا۔[10]

4:- دفاعی اور فوجی تنظیم کے بیان کا منہج

ریاستِ مدینہ کے فوجی اور دفاعی نظام کے حوالے سے ڈاکٹر صاحب کی سیرت نگاری انتہائی اہم ہے۔ موصوف نے اس سلسلے میں درج ذیل کتب اور تحقیقی مقالات تحریر کیے ہیں:

i. Organization of government under the prophet (PBUH)

ii. "عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت": اس کتاب میں ایک پورا باب دفوعی حکمتِ عملی اور فوجی تنظیم کے حوالے سے ہے۔

iii. "عہدِ نبوی میں تنظیم وریاست" کے نام سے یہ تحقیق 1988ء کے نقوش کے رسول نمبر میں شائع ہوا۔

iv. "عہدِ نبوی میں فوجی تنظیم" کے نام سے یہ مقالہ تحقیقاتِ اسلامی میں 1986ء میں شائع ہوا۔

v. "عہدِ نبوی کی ابتدائی مہمیں" کے نام سے 1984ء میں ایک مقالہ شائع ہوا۔

vi. "عہدِ نبوی کی مسلم معیشت میں اموالِ غنیمت کا تناسب" 1982ء میں تحقیقاتِ اسلامی میں شائع ہوا۔

"محدثین کی توقیت غزوات کا ایک تجزیہ" "تحقیقاتِ اسلامی، 1997ء میں شائع ہوا۔

ریاستِ مدینہ کے انتظامی امور کے حوالے سے سیرتِ رسول ﷺ بیان کرنے میں بھی موصوف کا انداز انتہائی منفرد اور دلکش ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ریاستِ مدینہ کے انتظامی امور کے بیان میں دفاعی اور فوجی نظام کو بڑی اہمیت دیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ موصوف دفاعی امور اور فوجی تنظیم کے باب میں متعلقہ تمام چیزوں کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔ ریاستِ مدینہ کے انتظامی امور سے متعلق سیرت نگاری میں موصوف کے منہج کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

4.1:- دفاعی امور کی تفصیلات کا تذکرہ

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی صاحب روایتی مصنفین کے برعکس دفاعی اور فوجی امور کے باب میں تمام واقعات کے حقائق اور ان کی جزئیات کو تفصیلاً بیان کرتے ہیں۔ ان تفصیلات میں فوجی مہموں اور دستوں کی تیاری، امیر جیش کی تقرری، حرس کے افسر وکارکن کا تقرر، خیمہ گاہ کے سالار اور علم برداروں کا تعین وغیرہ اہم ہیں۔ اپنی کتاب "عہدِ نبوی کا نظام حکوت" میں فوجی تنظیم کے بارے میں لکھتے ہیں:

" نبوی عسکری نظام میں جن افسروں اور کارکنوں کو مقرر کیا جاتا تھا ان میں سرایا کے امیر، جیشِ نبوی کے سالار، حرس کے افسر وکارکن معسکر یا خیمہ گاہ کے سالار، خیل یا شہسوار فوج کے کماندار اور جاسوس و نگران کا تقرر اہم تھا۔"[11]

پروفیسر موصوف کی سیرت نگاری کا یہ ایک انتہائی اہم اور منفرد خاصہ ہے کہ آپؒ فوجی تنظیم اور دفاعی امر کے بیان میں تمام فوجی افسروں، امیروں، ان کے عہدوں کی مدت اور تعداد کو بڑے باریک حساب سے بیان کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی شاید ہی کوئی تصنیف یا مقالہ ہو جو

---

[10] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 91

[11] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 37

ایسی مثالوں سے مزیّن نہ ہو۔[12] ڈاکٹر صاحب کا یہی دلکش انداز اور جداگانہ منہج تھا جو سیرت نگاری کے میدان میں انہیں دوسرے جملہ سیرت نگاروں سے ممتاز کرتا ہے۔

4.2:-واقعات کا عددی اور شماریاتی جائزہ

ڈاکٹر لیسین مظہر کے منہج کا ایک اور خاصہ اور وصف یہ تھا کہ آپؒ تمام واقعاتِ سیرت میں متعلقہ افراد کی تعداد کی بیان کرتے اوان کا شماریاتی جائزہ پیش کرتے۔ یہ اسلوب و منہج اکثر مصنفین اور سیرت نگار کے ہاں تقریباً ناپید ہے۔ آپ دفاعی امور اور فوجی تنظیم کے حوالے سے لشکروں کے عارضی امیروں، سرایا کے امیروں، لشکر کی کل تعداد وغیرہ کو شمار کرتے اور پھر تجزیاتی انداز میں نتائج اخذ کرتے۔ دفاعی امور کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں: امرائے سرایا کی تقرری عارضی نوعیت یہی تھی کہ دس(10) برس کی مختصر مدت میں چوہتر(74) تقرریاں انچاس(49)افراد کو بطور امیرِ سرایا حاصل ہوئیں۔[13] عارضی امرائے سرایا کی تفصیل بیان کرتے ہوئے موصوف آگے چل کر لکھتے ہیں: ایک تحلیلی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ(6)افراد کو دودو بار سالاری کا عہدہ ملا تھا۔۔۔۔۔۔۔۔تعداد کے اعتبار سے سب سے اہم قائدِ سریہ حضرت زید بن حارثہ کلبی رضی اللہ عنہ تھے جن کو یہ عہدہ گیارہ یا تیرہ مرتبہ نصیب ہوا۔[14]

> آپ اپنے مقالے میں غزوہ بدر میں حاصل ہونے والے مال غنیمت اور قیدیوں سے حاصل ہونے والے فدیہ کی رقم کا باریک بینی سے حساب کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں "کل فدیہ کی رقم ایک لاکھ پندرہ ہزار درہم، اس میں چوبیس ہزار درہم کی وہ رقم بھی شامل کر دی جائے جو مال غنیمت کی شکل میں ہاتھ آئی تو میزان ایک لاکھ انتالیس ہزار درہم ہو گا، صفی رسول اور سلب کی قیمت شامل کر دی جائے تو غزوہ بدر کا کل مال غنیمت دیڑھ لاکھ درہم سے کسی طور زیادہ نہ رہا ہو گا، ماخذ اور جدید محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ شرکاءِ بدر کو برابر مال غنیمت ملا تھا، اب اگر تین سو پچیس مسلمانوں پر یہ رقم تقسیم کر دی جائے تو اوسط فی کس 461.57 درہم یعنی 462 درہم آتا ہے۔ کیا یہ خطیر رقم تھی؟ اور کیا اس رقم سے مدنی مسلم معیشت کو کافی فائدہ ہوا تھا"[15]

یہ دراصل ان اعتراضات میں سے ایک کا جواب ہے جو مستشرقین کی جانب سے نبی ﷺ پر لگائے گئے تھے کہ مدینہ میں نبی ﷺ کی جانب سے کی جانے والی جنگوں کو مقصد دراصل ریاست مدینہ کی معیشت مضبوط کرنا تھا، اور یہ ڈاکٹر صاحب کا ہی خاصہ ہے کہ نبی ﷺ کی شخصیت پر لگائے گئے اس الزام کا کتنا تحقیقی انداز میں مدلل جواب دیا ہے۔

4.3:- قائدین کی تقرّری کے اصول وصفات کا بیان: ریاستی امور کے متعلق پروفیسر لیسین مظہر صدیقیؒ کی سیرت نگاری کے منہج کا ایک وصف یہ ہے کہ موصوف، نبوی عہد کے قائدین کے انتخاب کے لیے اہم اصولوں اور صفات کا تذکرہ کرتے ہیں۔ اسلامی ریاست میں لازماً قیادت ورہنمائی مسلمانوں کی ہی ہو گی۔ اگر قائد اور راہنما خود اسلام کے بنیادی عقائد پر پختہ اور اٹل یقین وایمان نہیں رکھتا ہو گا تو وہ مسلمان عوام کی کیسے راہنمائی کر

---

[12] تفصیل کے لیے دیکھیے: عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، صفحہ 37 سے 64 تک

[13] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص39

[14] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص39، 40

[15] ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب، تحقیقات اسلامی، پان والی کوٹھی علیگڑھ، (اکتوبر 1982ء)، ص 11

سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی قائم کردہ ریاستِ مدینہ میں بھی عمال اور گورنروں کی تقرری کے لیے یہ بنیادی شرط تھی۔ پروفیسر ڈاکٹر مظہر یٰسین صدیقیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"حکومتِ نبوی کے شہری نظم ونسق کے شعبہ میں افسروں اور حکام کی تقرری سب سے پہلی شرط وصفت اسلام پر پختہ عقیدہ تھا کہ اس کے بغیر تقرری کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔"[16]

قائدینِ قوم کے لیے اس بنیادی اور ضروری شرط کے بیان کے بعد موصوف یکے بعد دیگرے ان تمام صفات کا تذکرہ کرتے ہیں جو ریاستِ مدینے میں گورنروں، عمال اور دیگر قائدین کے لیے ضروری تھیں۔ ان صفات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"دوسری اہم ترین شرط صلاحیت ولیاقت تھی۔ یہ اتنی اہم اور ہمہ گیر شرط تھی کہ اس کے سامنے سبقتِ اسلام اور خدماتِ دینی بھی ماند پڑ جاتی ہیں۔ سبقتِ اسلام یا دینی معلومات بذاتِ خود اہم ترین خصوصیات ہیں اور دین ومذہب کے باب میں ان سے بہتر اور کوئی صفت شائد نہ ٹھہرے لیکن انتظام وانصرام میں انتظامی لیاقت، سیاسی تدبر، دنیاوی سوجھ بوجھ، معاملہ فہمی اور حالات وواقعات کی واقفیت وغیرہ زیادہ اہم تھیں اور ان کی رعایت نبوی انتظامیہ میں ہمیشہ اور بھرپور کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ متاخر مسلمانوں اور صحابہ کرام کو اکابر صحابہ کرام اور سابقینِ کرام پر اکثر وبیشتر ترجیح دی گئی۔"[17]

5:- ریاستِ مدینہ کے مذہبی نظام کے بیان کا منہج

ریاستِ مدینہ کے مختلف شعبوں اور نظاموں میں سب سے اہم شعبہ مذہبی اور دینی شعبہ تھا۔ یہی پیغمبر ﷺ کا مقصدِ اصلی تھا اور اسی نظام کی ترویج واشاعت کے لیے دیگر سیاسی، دفاعی اور اقتصادی نظاموں کی ضرورت پڑی۔ اس میدان میں بھی موصوف ڈاکٹر صاحب کی خاصی دلچسپی تھی۔ ریاستِ مدینہ کے مذہبی نظام کے حوالے سے موصوف کی درج ذیل تصانیف ہیں:

i. (Organization of government under the prophet (PBUH)

ii. "عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت": اس کتاب میں ایک پورا باب مذہبی اور دینی نظام کے حوالے سے ہے

iii. "عہدِ نبوی کا مذہبی نظام" کے نام سے ایک مقالہ تحقیقاتِ اسلامی میں 1986ء میں شائع ہوا۔

iv. "عہدِ نبوی کا تمدن" اس کتاب میں عہدِ نبوی کی تعمیرات اور عمارتوں کے ضمن میں مساجد مدینہ کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے۔

ریاستِ مدینہ کے اس اہم شعبے کے حوالے سے بھی پروفیسر یٰسین مظہر صدیقیؒ کا منہج واسلوب منفرد اور جداگانہ حیثیت رکھتا ہے۔ مذہبی نظام سے متعلق سیرت نگاری میں پروفیسر موصوف کے منہج کی اہم خصوصیات درج ذیل ہیں:

5.1:- تبلیغِ دین کی نبوی حکمتِ عملی کا تذکرہ

پروفیسر موصوف سیرت نگاری کے اس باب میں اشاعتِ اسلام اور تبلیغِ دین کے ضمن میں صرف واقعات نگاری پر اکتفا نہیں بلکہ ان واقعات میں موجود نبوی حکمتِ عملی اور طرزِ تبلیغ کو لازماً اور بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی دعوتی وتبلیغی حکمتِ عملی کے بارے میں لکھتے ہیں:

---

[16] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 35

[17] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 35

"یہ ایک معلوم اور مبرہن حقیقت ہے کہ مدینہ منوّرہ میں اسلام کو روشناس کرانے کا سہرہ نبوی ذاتِ اقدس کے سر بندھتا ہے۔ چناچہ ہجرت سے قبل خزرج کے چھ افراد کا قبولِ اسلام اسی نبوی حکمتِ عملی کا نتیجہ ہے جس کو ہمارے سوانح نگار عموماً قابئل عرب کو دعوتِ اسلام کا نام دیتے ہیں۔ ان خزرجی مسلمانوں نے مراجعت کے بعد اپنے شہرِ معظم یعنی مدینہ مبارکہ میں تبلیغ واشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا جس کے نتیجے میں معتدبہ لوگ مسلمان ہوئے اور ان میں سے بارہ نمائندے اگلے برس خدمتِ نبوی میں حاضر ہوئے۔"[18]

دعوت و تبلیغ کے لیے نبی کریم ﷺ ایک خاص حکمتِ عملی کے تحت مدینہ میں مبلغ و معلم کے طور پر حضرت مصعب بن عمیر کا انتخاب کیا۔ وقت اور تاریخ نے یہ ثابت کیا کہ اسی نبوی حکمتِ عملی کے سبب بہت کم عرصے میں مدینہ منورۃ کے بہت سے لوگ دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کی اسی دعوتی و تبلیغی حکمتِ عملی کو بیان کرتے ہوئے پروفیسر موصوف لکھتے ہیں:

"مکہ مکرمہ کے دورانِ قیام میں مختلف قبائل عرب کے نو مسلموں کو آپ ﷺ اپنے علاقوں اور قبیلوں میں اس ہدایت کے ساتھ واپس بھیج دیتے تھے کہ جب اسلام کو غلبہ حاصل ہو گا تو مرکز لوٹ آنا۔ یہ قبائلی نو مسلم بلواسطہ یا بلاواسطہ آپ ﷺ کے مقرّر کردہ مبلغ تھے۔ چناچہ ابوذر غفاری، ابو موسیٰ اشعری، طفیل بن عمر دوسی، معتب ثقفی اور متعدد دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین نے اپنے اپنے علاقوں میں اسلام کی اشاعت اسی حیثیت میں کی تھی۔"[19]

ایک دوسرے مقام پر موصوف لکھتے ہیں: اس سلسلے کی ایک اہم بات یہ ہے کہ سراسر فوجی و جنگی مہمات بھی تبلیغی و دعوتی رنگ سے خالی نہ تھیں۔ ہمارے تمام مآخذ کا متفقہ بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ جنگ یا فوجی اقدام سے پہلے مخالف فریق کو اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ اگر کوئی فریق جنگ سے قبل، دورانِ جنگ یا بعد میں اسلام قبول کر لیتا تو وہ اسلامی برادری کا مکمل رکن بن جاتا۔[20]

5.2:- دورِ نبوی کے معلمین، مؤذنین، اماموں اور مساجد و درسگاہوں کا تذکرہ

پروفیسر موصوف نبوی دور کی تبلیغی و دعوتی سرگرمیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے عام طور پر نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ معلمین و مبلغین، اماموں اور مؤذنین اور مساجد و درس گاہوں کا تذکرہ بڑی تفصیل سے کرتے ہیں۔ اس ضمن میں آپؒ اصحابِ صفہ کا تذکرہ بطور خاص کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مختلف قبائل اور علاقوں میں بھیجے جانے والے مبلغوں، تبلیغی وفود اور مساجد و درسگاہوں کا تذکرہ بھی کرتے ہیں۔[21]

5.3:- دورِ نبوی کی مساجد اور ان کی تعمیر و تاریخ کا تذکرہ:

ڈاکٹر صاحب کی سیرت نگاری کی خصوصیات میں سے ایک اہم خوبی یہ ہے کہ آپؒ نبی کریم ﷺ کے مبارک دور کی مختلف مساجد کا نہ صرف تذکرہ کرتے ہیں بلکہ ان مساجد کی تعمیر کے مختلف مراحل اور ان کی تاریخ کے ساتھ ساتھ ان سے متعلق تمام تفصیلات کو بیان کرتے ہیں۔

---

[18] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 93

[19] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 94

[20] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 95

[21] تفصیل کے لیے دیکھیے: عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 96 سے 108 تک

اپنی کتاب "عہدِ نبوی کا تمدن" میں پروفیسر موصوف مسجدِ نبوی کی تاریخ بڑی تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ مسجد کی زمین کی خریداری سے لے کر اس کی متعدد بار تعمیر کے مراحل کے علاوہ اس مبارک مسجد کے اندر موجود تمام اشیاء مثلاً منبر، ستونوں اور دیگر اندرونی حالت اور کیفیات کو بھی تفصیلا بیان کرتے ہیں۔[22] ڈاکٹر صاحب کا یہ منہج دیگر تقریباً تمام سیرت نگاروں سے منفرد اور جدا ہے۔ مساجد کے تذکرے میں مدینہ منورہ اور اس کے گردونواح کی تمام مساجد کی فہرست بھی مرتب کرتے ہیں۔[23]

5.4:- نبی کریم ﷺ کی تعلیمی و تربیتی سرگرمیوں کا بیان

سیرت نگاری کے میدان میں عام اور روایتی مصنفین اکثر و بیشتر صرف واقعات کو زمانی ترتیب کے ساتھ تحریر کردیتے ہیں۔ بہت کم سیرت نگار ایسے ہیں جو ان واقعات میں موجود نبوی حکمتِ عملی اور نتائج کا تجزیہ کرتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی خاصیت یہی ہے کہ آپؒ واقعات کو حرف بحرف بیان نہیں کرتے بلکہ ان واقعات میں چھپی حکمتِ نبوی اور مقاصد و نتائج کو بیان کرتے ہیں۔ اسی ضمن میں ڈاکٹر صاحب اپنی اکثر تحریروں میں نبی کریم ﷺ کی جنگی اور دفاعی مہمات میں سے تعلیمی و تربیتی اقدامات کا نہ صرف تفصیلی تذکرہ کرتے ہیں بلکہ ان کا تجزیہ کرکے اس میں موجود دروس اور مقاصد کو بیان کرتے ہیں۔ ایک جگہ موصوف لکھتے ہیں: فتح مکہ کے بعد نو مسلمانانِ مکہ کے لیے آپ ﷺ نے بطورِ خاص حضرت معاذ بن جبل اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنھما کو معلم و مدرس مقرر کیا۔ اسی طرح طائف کے معاصرے کے دوران جن غلاموں نے دامانِ رسالت میں پناہ لی تھی ان کی تعلیم و تربیت کے لیے بھی آپ ﷺ نے حضرت خالد بن سعید، عمرو بن سعید، ابان بن سعید، عثمان بن عفان اور سعد بن عبادہ کو مقرر کیا۔[24]

5.5:- واقعات کا تجزیہ و تبصرہ

ڈاکٹر صاحب موصوف کی سیرت نگاری کا سب سے اہم وصف واقعات، اقوال اور حقائق کا غیر جانبدارانہ تجزیہ اور کرنا اور ان پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی فہم اور سمجھ کو بیان کرنا ہے۔ عام طور پر سیرت نگار صرف واقعاتِ سیرت کے بیان کرنے پر ہی اکتفا کرتے ہیں۔ پروفیسر موصوف بہت کم کسی واقع کو حرف بحرف نقل کرتے ہیں بلکہ اس کے برعکس وہ واقعات کا مفہوم بیان کرکے ان کا تجزیہ کرکے نتائج اخذ کرتے ہیں۔ بسا اوقات ان کے اخذ کردہ نتائج اور حقائق روایتی سریت نگاروں سے بالکل جدا اور مختلف ہوتے ہیں۔ موصوف مصنف کی شاہد ہی کوئی ایسی تحریر ہو جس میں تاریخی واقعات پر تفصیلی تبصرہ اور تجزیہ نہ ہو۔

6:- ریاست مدینہ کے مالی نظام کے بیان کا منہج

کسی بھی ریاست کو چلانے کے لیے مالی نظام ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں مندرجہ ذیل کتب اور مقالہ جات تحریر کیے ہیں

- عہد نبوی کا نظام حکومت 'میں 24 صفحات پر مشتمل 'مالی نظام' کے عنوان سے ایک باب تحریر کیا ہے

---

[22] محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہدِ نبوی کا تمدّن، (دار النوادر لاہور 2011ء)، ص 561 سے 564 تک۔

[23] عہدِ نبوی کا تمدّن، ص 564/ عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 106

[24] عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 101

- عہد نبوی کا مالی نظام
- کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟
- معاش نبوی ﷺ
- عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب

آپ لکھتے ہیں "دومۃ الجندل کے علاقے میں آباد بنو کلب کے عیسائیوں نے 6ھ میں عبد الرحمٰنؓ بن عوف کو ان کی مشہور مہم کے بعد جزیہ ادا کیا تھا۔ 7ھ کے آغاز اور 628ء کے وسط میں تیماء نے جو خیبر کی ایک ملحقہ یہودی آبادی تھی، اسلامی ریاست کو جزیہ ادا کرنا شروع کیا تھا جبکہ خیبر، فدک اور وادی القریٰ کے مزارعین نے اپنی زمینی پیداوار کا نصف حصہ مسلمانوں کو بطور خراج ادا کیا تھا"[25]

6.1:- مستقل عہدیداران کا تذکرہ

ریاست مدینہ کے انتظامی امور کے تناظر میں یہ بات بھی اہمیت کی حامل ہے کہ ریاست چلانے کے لیے جزیہ، خراج، صدقات وغیرہ جمع کرنے کے لیے آپ ﷺ نے باقاعدہ صحابہ کرامؓ مقرر کیے تھے۔ اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب "مستقل عہدیداران" کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

"اکثر و بیشتر مرکزی عاملینِ صدقات مستقل عہدے دار ہوتے تھے اور عام طور سے ایک متعین قبیلے یا مخصوص علاقے کے افسرِ محاصل مقرر کیے جاتے تھے۔ چنانچہ حضرات عمرو ابن عاص سہمی، عنبہ خزرجی، ابیؓ بن کعب، عباد بن بشر، بریدہ بن حصیب، رافع بن مکیث، عکرمہ بن ابی جہل، ضحاک بن ابی سفیان، حذیفہ بن یمان، قضاعی بن عمرو اور متعدد دوسرے عاملین مستقل عہدے دار تھے جو اپنے اپنے عہدوں پر وفات نبوی ﷺ تک کام کرتے رہے"[26]

ایک دوسرے مقام پر موصوف اس منہج و اسلوب کو درج ذیل الفاظ کا جامہ پہناتے ہیں:

"اس شعبہ انتظام میں نبوی عمال کا ایک طبقہ خرص (پیداوار کے تخمینہ) کے افسروں پر مشتمل تھا جن کو اصطلاح میں خارص کہا جاتا تھا۔۔۔ عام تصور یہ ہے کہ حضرت عبد اللہؓ بن رواحہ واحد افسر پیداوار تھے جو خیبر کی پیداوار کے تخمین و اندازہ کے لیے ہر فصل/سال پر جایا کرتے تھے، لیکن ان کے علاوہ بھی صحابہ کرامؓ تھے۔۔۔ خیبر کی پیداوار کے یہ افسران خراص دراصل اسلامی حکومت کے حصہ پیداوار یا خمس کے افسر تھے ورنہ مسلمانوں کی زمینوں کے افسران اٹھارہ حضرات تھے جو اٹھارہ سو حصوں کا انتظام دیکھتے بھالتے تھے۔ ان افسروں کو اصطلاح میں رؤوس (راس کی جمع بمعنی سردار) کہا گیا ہے۔ یہ افسر مدینہ منورہ سے فصلوں کے پکنے کے وقت بھیجے جاتے تھے اور وہ مسلمان حصہ داروں کے حصوں کی تخمین کا فریضہ انجام دیتے تھے"[27]

---

25 عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، ص66

26 عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، ص68

27 ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا مالی نظام، **تحقیقات اسلامی**، پان والی کوٹھی علیگڑھ، (اکتوبر 1985ء)، ص387

ڈاکٹر صاحب کے اس مقالے کا مذکورہ پیراگراف اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ آپ کا منہج تحریر تحقیقی اصولوں کے عین مطابق تھا۔ آپ نے نہ صرف اُن صحابہ کرام ؓ کا ریکارڈ جمع کیا کہ جو افسران خراص کہلاتے تھے بلکہ ساتھ ہی ان سب کے کام کی نوعیت اور جگہوں کی بھی نشاندہی کی کہ جہاں وہ ذمہ داری ادا کرتے تھے۔

عہد نبوی ﷺ کی معاشی صورتحال بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحقیق کے ذریعے سے ایک اور غلط فہمی کا مدلل انداز میں ازالہ کیا ہے کہ تمام مہاجرین خالی ہاتھ مدینہ نہیں آئے تھے بلکہ چند صاحب حیثیت افراد اپنے مال و اسباب کے ساتھ تشریف لائے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق ؓ کے بارے میں ابن سعد کا حوالہ دیکر لکھتے ہیں کہ مدینہ آمد کے موقعے پر ان کے پاس چالیس ہزار درہم کی خطیر رقم موجود تھی، اسی رقم سے انہوں نے ریاست مدینہ کے استحکام کے لیے کچھ زمینیں بھی خریدی تھیں، عثمان غنی ؓ سات ہزار درہم مدینہ ساتھ لائے تھے، عمر فاروق ؓ اپنی ساری دولت لیکر علی الاعلان مدینہ آئے تھے۔ آگے ڈاکٹر صاحب 'ابن سعد کے حوالے سے ہی عبد الرحمٰن ؓ بن عوف کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "حضرت سعدؓ بن ربیع نے بنو قینقاع کا بازار جا کر دکھادیا، حضرت عبد الرحمٰن ؓ نے کچھ گھی اور کچھ پنیر خریدا اور شام تک خرید و فروخت میں لگے رہے اور جب گھر لوٹے تو گھی اور پنیر کا ایک ڈبہ نفع میں کما لیا تھا اور جلد ہی وہ مالدار بن گئے" آگے اپنا تجزیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "اس پورے واقعے میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ انہوں نے یہ کاروبار بلا مال لگائے محض اپنی کاروباری صلاحیت کی بناء پر کیا تھا۔ یہ واقعہ اصل میں ان کی مدنی تجارت کا نقطہ آغاز تھا نہ کی بوقت ہجرت مدینہ ان کے مفلس و خالی ہاتھ ہونے کا ثبوت"[28]

6.2:- معیشت نبوی کا خصوصی تذکرہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی صاحب کی انفرادیت یہ ہے کہ آپ نے نبی ﷺ کی سیرت کے ایسے منفرد موضوعات پر قلم اٹھایا ہے کہ عموماً جن پر سیرت نگار روشنی نہیں ڈالتے جس کی وجہ سے بعض اوقات سیرت کے اس پہلو کے حوالے سے غلط فہمیاں جنم لیتی ہیں۔ معیشت نبوی ﷺ اس کی واضح مثال ہے۔ ڈاکٹر صاحب کی یہ خوبی ہے کہ انہوں نے "معاش نبوی ﷺ "کتاب لکھ کر نبی ﷺ کی مکی زندگی اور مدنی زندگی کی معیشت کو تفصیل اور مدلل انداز میں بیان کیا۔ ایک سو پچھتر (175) صفحات پر مشتمل یہ اس کتاب کے دو ابواب ہیں جس میں پہلا "معاش نبوی ﷺ مکی عہد میں" کے عنوان سے ہے اور دوسرا "معیشت نبوی ﷺ مدینہ منورہ میں" کے عنوان سے ہے۔

> "یہ غیر اسلامی تصور اسلامی معاشرے میں در آیا، متاخر مسلمانوں نے بھی فقیرانہ زندگی کو مطلوبِ اسلام بنا کر اور سمجھ کر رسول ﷺ اور صحابہ کرامؓ اور قرون خیر کے مسلمانوں کی معاشی زندگی کو اسی پیمانہ غیر سے ناپنا شروع کیا اور اسلام کے کلاسیکی دور کو فقیری و درویشی کا اوج کمال سمجھ لیا۔ معاشی فارغ البالی کو ناپسندیدہ، اقتصادی بہبود کو غیر مطلوب اور دولتمندی کے حصول کو ناجائز و غیر اسلامی سمجھا۔۔۔ اس ذہنی رجحان اور عملی میدان کا یہ نتیجہ نکلا کہ چند روایات کی بناء پر یہ قطعی فیصلہ صادر کر دیا گیا کہ رسول ﷺ بالخصوص اور صدر اسلامی کے مسلمان بالعموم فقر و فاقہ کی زندگی گزارنا مطلوب اور عین تقاضائے اسلام سمجھتے تھے اور دولت مندی اور فارغ البالی سے عمداً اجتناب کرتے تھے"[29]

---

28 ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، کیا مہاجرین مکہ خالی ہاتھ مدینہ آئے تھے؟ **تحقیقات اسلامی**، پان والی کوٹھی علیگڑھ، (جون 1983ء)، ص 21

29 ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی، معاش نبوی ﷺ، (کتب خانہ سیرت، کراچی 2015ء)، ص 60

آگے معیشت نبوی ﷺ کے وسائل کے ضمن میں مدارات انصار، ہدایا، اموال غنیمت، نبوی ملکیت اراضی کی تفصیلات بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "ابتدائی دور ہجرت میں رسول ﷺ کی معاشی و اقتصادی ضروریات کی تکمیل کا سب سے بڑا ذریعہ مدنی صحابہ کرامؓ بالخصوص اور صاحب حیثیت مکی و مہاجر صحابہ کرامؓ بالعموم ایثار بھرہدیہ و نذرانہ تھا۔۔۔یہ واضح رہنا چاہیے کہ یہ محض ایک ذریعہ ہی تھا۔ ترکہ و وراثت، ازواج مطہرات کے اپنے اموال، خرید و بیع اور تجارت، کسی حد تک زراعت و باغبانی اور تھوڑی سی دستکاری دوسرے وسائل معاش تھے۔ان سے جو سامان زیست فراہم ہوتا تھا وہ اتنا کافی تھا کہ آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے اہل و عیال عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے"[30]

6.3: -عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب

ڈاکٹر صاحب غزوات نبوی پر کی جانے والی تنقید کے تناظر میں Leon Caetani کی کتاب کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: "سیرت نبوی کے ابتدائی مغربی مورخین نے تو خشک ہونے والے جزیرہ نمائے عرب میں مسلمانوں کی بڑھتی آبادی بالخصوص مدینہ منورہ میں مقامی معیشت پر اس کے اقتصادی بوجھ کو غزوات نبوی کا اصل محرک قرار دیا تھا،ان کے نزدیک عہد اسلامی کی ابتدائی جنگوں اور اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عربوں کے لوٹ مار سے بھرپور "رزیوں" میں کوئی فرق نہیں تھا"آگے Montgomery Watt کی کتاب Muhammad at Madina کے حوالے سے لکھتے ہیں: "لیکن بعد میں مغربی فکر و نظر میں ذرا سی لچک پیدا ہوئی۔۔۔اب صورتحال یہ ہے کہ ان میں سے بعض مصنفین کے خیال میں ہجرت کے بعد ابتدائی سات مہمیں تو مسلمانوں نے لوٹ مار کی غرض سے شروع کی تھیں اور بلآخر وہ جنگ بدر کے خون آشام معرکہ پر ختم ہوئیں اور باقی جنگیں اور معرکہ اسی خونریزی کے نتیجے میں واقع ہوئے"[31]

6.4:- باریک بین حساب کتاب

آپ اپنے مقالے میں غزوہ بدر میں حاصل ہونے والے مال غنیمت اور قیدیوں سے حاصل ہونے والے فدیہ کی رقم کا باریک بینی سے حساب کرتے ہوئے آخر میں لکھتے ہیں:

> "کل فدیہ کی رقم ایک لاکھ پندرہ ہزار درہم،اس میں چوبیس ہزار درہم کی وہ رقم بھی شامل کر دی جائے جو مال غنیمت کی شکل میں ہاتھ آئی تو میزان ایک لاکھ انتالیس ہزار درہم ہوگا، صفی رسول اور سلب کی قیمت شامل کر دی جائے تو غزوہ بدر کا کل مال غنیمت دیڑھ لاکھ درہم سے کسی طور زیادہ نہ رہا ہوگا،ماخذ اور جدید محققین کا اس پر اتفاق ہے کہ شرکاء بدر کو برابر مال غنیمت ملا تھا،اب اگر تین سو پچیس مسلمانوں پر یہ رقم تقسیم کر دی جائے تو اوسط فی کس 461.57 درہم یعنی 462 درہم آتا ہے۔کیا یہ خطیر رقم تھی؟اور کیا اس رقم سے مدنی مسلم معیشت کو کافی فائدہ ہوا تھا"[32]

ڈاکٹر صاحب کی ایک خصوصیت تحقیق میں باریک بینی سے مشاہدا کرنا بھی ہے جس کے ذریعے سے معترضین کو مدلل انداز میں جواب دیا گیا ہے۔

---

[30] معاش نبوی ﷺ، ص121

[31] عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب، ص11

[32] عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب، ص16

7:- شہری نظم ونسق کے بیان کا منہج: ڈاکٹر صاحب کی سیرت نگاری میں ایک خوبی جو انہیں دوسرے سیرت نگاروں سے ممتاز کرتی ہے وہ ان کی عہد نبوی میں نبی ﷺ کے انتظامی امور پر عمیق تحقیق ہے، جس کو انہوں نے شہری نظم ونسق کے عنوان کے تحت بڑے تیکنیکی انداز میں بیان کیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے اس ضمن میں مندرجہ ذیل کتب اور مقالہ جات تحریر کیے ہیں

- عہد نبوی کا نظام حکومت' میں 21 صفحات پر مشتمل 'شہری نظم ونسق' کے عنوان سے پہلا باب تحریر کیا ہے
- عہد نبوی کا انتظامیہ

شہری نظم ونسق کے بیان کرنے کے حوالے سے موصوف کے منہج کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

7.1:- انتظامی ڈھانچے کی تفصیلات

شہری نظم و نسق کے بارے میں لکھتے ہوئے موصوف کے اسلوب کی ایک اہم خوبی یہ ہے کہ آپؒ ریاستِ مدینہ میں موجود انتظامی ڈھانچے اور اس کی تمام جزئیات کا تذکرہ تفصیلاً کرتے ہیں۔ موصوف اس ضمن میں لکھتے ہیں:

"تنظیمی ڈھانچے کے اعتبار سے حکومت نبوی ﷺ کا نظم ونسق درجہ بدرجہ تین سطحوں پر قائم نظر آتا ہے:

1- مرکزی 2- صوبائی 3- مقامی۔ اقتدار واختیار کا سرچشمہ زمین پر ذات نبوی تھی جس کے ہاتھ میں مرکزی حکومت کی باگ دوڑ تھی، مستعد کارگزاری کے لیے سربراہ حکومت اپنے کچھ اختیارات مرکزی، صوبائی اور مقامی حکومت کو منتقل کردیتے تھے۔ تینوں سطحوں کے حکام کے تقرر وتبدل اور عزل کا کلی اختیار سربراہ مملکت کو آئین الٰہی کے مطابق بلاکسی حجت وتکرار کے حاصل تھا۔ مرکزی انتظامیہ میں نائبین نبوی، مشیران گرامی، کاتبین کرام، سفیران رسالت، عہدہ داران خاص، شعراء خطباء عظام کے علاوہ متعدد ثانوی کارکنان حکومت شامل تھے جبکہ صوبائی انتظامیہ میں ولاۃ ولایات اور ان کے ماتحت حکام شامل تھے۔ مقامی نظم ونسق کی سطح پر شیوخ، قبائل، مقامی منتظمین، نقیبان شہر رسول، قضاۃ کرام اور افسران بازار وغیرہ شامل تھے"[33]

پھر ان تینوں سطح کے ذمہ داران کی تفصیل بھی اس مقالے میں بیان کی گئی ہے جس سے نبی ﷺ کی انتظامی صلاحیت کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے اور ان انتظامی امور کو ڈاکٹر صاحب نے احسن انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ نے مقامی انتظامیہ کے ضمن میں بہت اہتمام سے ایک ایک شعبہ جات کے حوالے سے تحقیق کی ہے جس کے ذریعے سے امت مسلمہ کو عصر حاضر میں شہری نظم ونسق چلانے کے لیے بہترین رہنمائی مل سکتی ہے۔

7.2:- نوجوانوں کو ترجیح: انتظامی امور کے ضمن میں ہی "نوجوانوں" کو ترجیح کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ "اولین مسلمانوں کی اکثریت نوجوانوں پر مشتمل تھی اور اکثر سن رسیدہ اشخاص نے یا تو اس کی مخالفت کی تھی یا اس سے گریز کیا تھا، بعد میں اگرچہ سن رسیدہ اور معمر و سربرآوردہ اشخاص بھی اس کے حلقہ بگوش ہوگئے تھے تاہم مسلمانوں کی غالب اکثریت نوجوانوں اور جوانوں پر ہی مشتمل رہی، رسول اکرم ﷺ کے اس

[33] ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی کا انتظامیہ، **تحقیقات اسلامی**، پان والی کوٹھی علیگڑھ، (جون 1985ء)، ص 13

انتظامی ڈھانچے میں بھی ان کی اکثریت نظر آتی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے دانستہ طور پر بزرگ اور اکابر صحابہ کرامؓ کو کم از کم اس صیغہ حکومت سے بالعموم الگ رکھا تھا، اگرچہ چند مستثنیات بھی اس میں نظر آتے ہیں"[34]

نبی ﷺ کا مذکورہ عمل عصر حاضر میں نوجوانوں کی اہمیت کو واضح کرتا ہے کہ کس طرح نبی مہرباں ﷺ نے ریاستی امور کو احسن انداز میں چلانے کے لیے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو استعمال کیا ہے۔ اس پہلو پر بھی ڈاکٹر صاحب نے ہی اپنی انفرادیت برقرار رکھتے ہوئے تحقیق کی ہے جو کہ عصر حاضر کے اہل اقتدار و اختیار کے لیے راہنمائی کا موجب ہے۔

8:- عصری معنویت وافادیت

یہ ایک بالکل فطری اور عقلی بات ہے کہ ہر دور اور حالات کے تقاضے کئی حوالوں سے دوسرے اَدوار سے مختلف ہوتے ہیں۔ کامیابی اسی معاشرے اور قوم کا مقدر ہوتی ہے جو حالات اور وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنے عمل میں تبدیلی لاتی ہے۔ سیرت نگاری کے میدان میں بھی یہی مسائل درپیش رہے ہیں۔ سیرت نگاری ایک ایسا میدان ہے جس میں سیرت نگار نہ صرف اپنے نبی ﷺ سے محبت کا اظہار کرتا ہے بلکہ وہ نبی کریم ﷺ کی سیرت کے بیان میں مختلف سماجی، معاشی، معاشرتی اور دینی و مذہبی مسائل کے حل کے لیے بھی راستے تلاش کرتا ہے۔ یہی وقت و حالات کا تقاضہ اور مطالبہ ہے کہ سیرت نگاری کے باب میں بھی ان مقاصد کو ہمیشہ ترجیح دی جائے تاکہ ہم سیرتِ رسول ﷺ کو عملی طور پر معاشرے کے لیے کارآمد بنا سکیں۔ سطورِ بالا میں بیان کردہ، پروفیسر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کی سیرت نگاری کئی حوالوں سے اپنی ایک خاص اور منفرد اہمیت و افادیت رکھتی ہے۔

مستشرقین اور مخالفینِ اسلام ورسول ﷺ کا ہمیشہ سے یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اسلام کے کسی ایک پہلو پر اعتراضات اٹھاتے ہیں اور مسلمانوں کے ذہنوں میں تشکیک پیدا کرنے کی سعی کرتے ہیں لیکن جب وہ اس میدان میں ناکام ہوتے ہیں تو کسی اور پہلو سے ایک نئے انداز میں حملہ آور ہوتے ہیں۔[35] لیکن دوسری طرف مسلم اہلِ علم صدیوں تک اسی انداز واسلوب سے صرف انہی اعتراضات کے جوابات دیتے رہتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اہلِ علم و فن وقت و حالات کے تقاضوں کے مطابق اپنے انداز واسلوب میں ایسی تبدیلیاں لائیں جو ان نئی اور عصری سازشوں کا مقابلہ کر سکیں۔ موصوف سیرت نگار اس حوالے سے اپنا ایک منفرد مقام رکھتے ہیں کہ انھوں نے سیرت نگاری کے میدان میں روایتی انداز اور اسلوب کو یکسر بدل دیا اور ایسا مؤثر اسلوب متعارف کرایا جو ہر حوالے سے قابل تقلید ہے اور جس کی عصری اہمیت وافادیت مسلم ہے۔ ذیل میں یٰسین مظہر صدیقیؒ کے اسلوب کی عصری افادیت واہمیت کو چند نکات کی صورت میں بیان کیا جاتا ہے۔

i. آپؒ نے ریاستِ مدینہ کے قیام اور استحکام کے ضمن میں چند نبوی اصولوں اور حکمتوں کا تذکرہ کیا ہے جن میں اصولِ اہلیت و لیاقت، اخلاص، دیانت داری وغیرہ کا تذکرہ اہم ہے۔[36] عصرِ حاضر میں مسلم ریاستیں اس حوالے سے انتہائی پستی میں گری نظر آتی ہیں کہ قائدین کے انتخاب میں اہلیت و لیاقت اور ایمانداری و دیانت داری کے بجائے مال و دولت اور وراثت کو زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔

---

34 عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، ص 52

35 تفصیل کے لیے دیکھیے: اسلام اور مستشرقین، مرتب سید صباح الدین عبدالرحمن، دار المصنفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ، 2004ء، ص 150 سے 167 تک۔

36 عہدِ نبوی کا نظامِ حکومت، ص 35

ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام سیرت نگار، نبی کریم ﷺ کی سیرت کے بیان میں ان نبوی اصولوں کو جلی عنوانات کے تحت ذکر کریں تاکہ مسلم رعایا اور حکمران ان اصول سے واقف ہوں اور انہیں عملی طور پر نافذ کر سکیں۔

ii. نبوی زندگی کے واقعات کے بیان میں عموماً سیرت نگار مقاصد کے بجائے الفاظ کے نقل کرنے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن ان واقعات کے ضمن میں عصری مسائل اور ان کے حل کے لیے کوئی تجزیہ نہیں ہوتا۔ موصوف سیرت نگار کا انداز اس حوالے سے اہمیت رکھتا ہے کہ آپؒ واقعاتِ سیرت میں موجود اصولوں اور حکمتوں کا تذکرہ تفصیل سے کرتے ہیں اور واقعات کو مکمل انداز میں نقل کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ جیسے غزوات و سرایا میں مسلم مجاہدین کی تعداد کا تذکرہ اور اس کا مخالف فوج سے موازنہ، مالِ غنیمت کی تفصیلات اور اس کی تناسب وغیرہ۔[37] اس انداز کی افادیت یہ ہے کہ جدید ذہنوں سے یہ شک دور ہو جاتا ہے کہ مسلمانوں نے مالِ غنیمت کے لیے جنگیں لڑی وغیرہ۔

iii. جدید مسلم نوجوان نسل کے ذہنوں میں مخالفینِ اسلام و رسول ﷺ نت نئے قسم کے شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں جن کا مقابلہ صرف اسی طریقے سے کیا جا سکتا ہے کہ سیرتِ رسول سے متعلق واقعات کا باریک بینی سے اور اس کی جزئیات سمیت تفصیلی تجزیہ کیا جانا چاہیے اور ان واقعات میں موجود نبوی حکمتوں کو بیان کیا جانا چاہیے۔ موصوف ڈاکٹر صاحب کا یہی خاصہ ہے کہ آپؒ نے واقعات سیرت کا باریک بینی سے تجزیہ کیا جو کہ وقت کی ضرورت تھا اس لیے اس اسلوبِ سیرت نگاری کی تقلید کرنی چاہیے۔

iv. موصوف ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ نے ریاستی و انتظامی امور کے تذکرے میں ایک بہت اہم چیز جس کی نشاندہی کی وہ نوجوان صحابہ کرام ؓ کو ریاستی امور میں خصوصی اہمیت دینا ہے۔[38] عام سیرت نگاروں کے ہاں ایسے واقعات کا تذکرہ نہ ہونے کے برابر ہے۔ جہاں کہیں ایسے واقعات ذکر بھی کیے گئے ہیں ان میں نوجوانوں کو کلیدی عہدے دنے کی حکمت کو بیان نہیں کیا گیا۔ عصر حاضر میں دنیا کے تمام معاشرے اپنی نوجوان نسل کی اہلیت اور اور صلاحیت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ترقی کی راہ کے مسافر ہیں۔ اس لیے سیرت نگاری کے اس اسلوب کو ترقی دینا وقت کی ضرورت ہے۔

v. عام اور روایتی سیرت نگاروں کے ہاں یہ ایک عام تاثر پایا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے خود بھی ہمیشہ ناداری اور غربت کی زندگی گزاری اور آپ ﷺ کے اکثر صحابہ کرام نے بھی اسی حالت میں زندگی گزاری نیز یہ کہ نبی کریم ﷺ کی نظر میں مال و دولت کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ موصوف سیرت نگار نے اس اندازِ سیرت نگاری سے انحراف کیا اور مکمل تفصلات کے ساتھ نبی کریم ﷺ کے معاشی حالات اور ذرائع معاش کو بیان کیا۔ جس سے نوجوان نسل کو ملکی معاشی ترقی میں کوششیں کرنے کے لیے ایک حوصلہ اور بنیاد ملی۔

سطورِ بالا میں صرف ریاستِ مدینہ کے انتظامی امور کے حوالے سے موصوف کے اسلوبِ سیرتِ نگاری کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ موصوف کا انداز سیرتِ نگاری کئی حوالوں سے اپنی عصری اہمیت و افادیت رکھتا ہے جو عام اور روایتی سیرت

[37] عہد نبوی کی مسلم معیشت میں اموال غنیمت کا تناسب، ص 11

[38] عہد نبوی ﷺ کا نظام حکومت، ص52

نگاروں کے ہاں مفقود ہے۔تاہم وقت جس تیز رفتاری سے بدل رہاہے اس کے تقاضے بھی اسی تیزی سے بدلتے جارہے ہیں۔اس تناظر میں اگر ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کے اندازِ سیرت نگاری کو دیکھا جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ اس کو وقت کے تقاضوں کے مطابق درج ذیل حوالوں سے مزید بہتر بنانے کی گنجائش موجود ہے:

i. ڈاکٹر صاحب کا سیرت نگاری کے حوالے سے اکثر کام اردو زبان میں ہے۔اگرچہ ایک دو کتابیں اور کچھ مقالات انگریزی زبان میں بھی ہیں تاہم اس منہج واسلوب کو اپناتے ہوئے انگریزی زبان میں کام کی زیادہ ضرورت تھی کیونکہ معترضین کے اعتراضات زیادہ تر اُردو کے علاوہ دیگر زبانوں میں ہیں۔دورِ جدید کے سیرت نگاروں کو اس کمی کو پورا کرنا چاہیے۔

ii. ڈاکٹر صاحب نے سیرت نگاری کے باب میں انتہائی باریک بینی سے واقعاتِ سیرت کا تجزیہ کیا ہے۔چھوٹی چھوٹی چیزوں کو بیان کرنے کے بعد بڑے مؤثر نتائج بیان کیے ہیں جن سے مستشرقین کے اعتراضات کا ردّ ممکن ہوا ہے تاہم اس چیز کی ضرورت ابھی بھی باقی ہے کہ ان باریک اور چھوٹی چھوٹی تفصیلات کو جدید دور کے تقاضوں کے مطابق کمپیوٹر اور دیگر جدید آلات کی مدد سے تصویری صورت میں پیش کیا جائے۔یقیناً یہ انداز قارئین کو زیادہ متاثر کرتا ہے۔

iii. واقعاتِ سیرت میں سے غزاوات وسرایا کے تذکرے کے تحت مختلف امور،افراد اور اشیاء کی تعداد کو جدید ٹیکنالوجی کی مدد سے مختلف ٹیبل،ڈائیگرام اور گراف کی صورت میں ان عددی تفصیلات کو بیان کرنے سے نتائج کو زیادہ مؤثر کیا جاسکتا ہے۔

iv. مالِ غنیمت کی تقسیم اور فوجی وعسکری مہمات کے بیان میں موجود عددی وشماریاتی معلومات کو اپنے مقابل قوت کے ساتھ موازنہ کرکے ذکر کرنا زیادہ مؤثر اور پرکشش ہوسکتا ہے۔

درج بالا تجاویز کو اپناتے ہوئے سیرت نگاری کے اس منفرد اسلوب کو مزید بہتر اور مؤثر بنایا جاسکتا ہے۔نیز یہ کہ سیرت نگاری کے باب میں اس جدید اور عصری اہمیت کے حامل اسلوبِ سیرت کی تقلید کی جانی چاہیے۔

9: -نتائج بحث

- دورِ جدید کے عظیم سیرت نگار ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقیؒ کی سیرت نگاری کا منہج دیگر سیرت نگاروں سے کئی حوالوں سے مکمل طور پر منفرد اور جداگانہ ہے۔
- یٰسین مظہر صدیقی کے نزدیک ریاست مدینہ کا مضبوط ترین شعبہ فوجی تنظیم یا دفاعی امور کا شعبہ تھا، جس پر آپ ﷺ نے بھرپور توجہ دی اور اس موضوع پر موصوف نے بڑی باریک اور لطیف تفصیلات سپردِ قلم کیں۔
- ریاست مدینہ کا ایک بڑا چیلنج شہری نظم ونسق قائم کرنا تھا، جس کو نبوی حکمت نے کر دیکھایا نیز آپ ﷺ کی تجویز کردہ منصوبہ بندی آج کے بلدیاتی نظام کے لیے راہ عمل ہے جس کے ایک ایک نکتے کو ڈاکٹر صاحب نے تفصیلاً بیان کیا ہے۔
- نبی کریم ﷺ کی جملہ جنگی مہمات اور سرگرمیوں میں بھی تبلیغ ودعوتِ اسلام کی حکمتِ عملی موجود ہوتی تھی۔ ہر ہر موقع پر آپ ﷺ دعوتِ وتبلیغ کے کام کو مقدم رکھتے تھے۔

- کسی بھی ریاست کے استحکام اور پائیداری میں معاشی واقتصادی نظام ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے، اس لیے آپ ﷺ نے ریاستِ مدینہ کے اقتصادی امور پر گہری توجہ دینے کی حکمت عملی اپنائی اور ریاست کو مستحکم و مضبوط بنایا۔

9:-سفارشات

- عصری تقاضوں کے مطابق ڈاکٹر یٰسین مظہر کی سیرت نگاری کے منہج پر دور جدید کے سیرت نگاروں کو کام کرتے ہوئے امت کی رہنمائی کا فریضہ سرانجام دینا چاہیے۔
- دعوت دین کے لیے نبی کریم ﷺ کی حکمتِ عملی کو اسوہ بناتے ہوئے جدید دور کے تقاضوں کے مطابق دعوتی حکمتِ عملی مرتب کی جانی چاہیے۔
- قائدین وراہنماؤں کے انتخاب کے سلسلے میں "صلاحیت ولیاقت" کے نبوی اصول کو لازماً سیاسی نظام کا حصّہ بنانا چاہیے۔
- مسلم قائدین ور ہنماؤں کو ریاست مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے انتظامی امور کی حکمت عملی کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے عصر حاضر میں ریاست کے استحکام اور مضبوطی کے لیے کوشش کرنی چاہیے۔
- دورِ جدید میں سیاسی، اقتصادی، دفاعی اور سماجی ترقی کے لیے سنت وحکمتِ نبوی کی پیروی کرنے والے قائدین کو آگے لانا چاہیے۔
- سیرتِ رسول ﷺ میں موجود عددی وشماریاتی معلومات اور مواد کو جدید ذرائع کی مدد سے ٹیبل اور گراف وغیرہ کی صورت میں پیش کیا جانا چاہیے۔